ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم
ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان
نظرثانی : حافظ محمد زبیر

سورۃ البقرۃ (مسلسل)

آیت ۲۱۱

﴿سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍۭ بَیِّنَۃٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾﴾

ترکیب : ''کَمْ'' استفہامیہ ہے۔ ''اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ'' اس کی تمیز ہے لیکن ''مِنْ'' کی وجہ سے مجرور ہے۔ ''اٰتَیْنَا'' کی ضمیر مفعولی ''ھُمْ'' ''بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ'' کے لیے ہے۔ ''مَنْ'' شرطیہ ہے۔ ''یُبَدِّلْ'' سے ''جَآءَتْہُ'' تک شرط ہے۔ اس کے آگے کا جملہ جوابِ شرط ہے۔ ''یُبَدِّلْ'' کا فاعل اس کی ''ھُوَ'' کی ضمیر ہے جو ''مَنْ'' کے لیے ہے اور ''نِعْمَۃَ اللّٰہِ'' اس کا مفعول ہے۔ ''جَآءَتْ'' کا فاعل اس کی ''ھِیَ'' کی ضمیر ہے جو ''نِعْمَۃَ اللّٰہِ'' کے لیے ہے اور ''ہٗ'' کی ضمیرِ مفعولی ''مَنْ'' کے لیے ہے۔

ترجمہ:

سَلْ : آپؐ پوچھیں	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ : بنی اسرائیل سے
کَمْ : کتنی	اٰتَیْنٰھُمْ : ہم نے دی ان کو
مِّنْ اٰیَۃٍۭ بَیِّنَۃٍ : واضح نشانی	وَمَنْ یُّبَدِّلْ : اور جو بدلتا ہے

نِعۡمَةَ اللّٰهِ :اللہ کی نعمت کو   مِنۡۢ بَعۡدِ مَا :اس کے بعد کہ جو
جَآءَتۡهُ:وہ آئی اس کے پاس   فَاِنَّ اللّٰهَ :تو یقیناً اللہ
شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ : پکڑنے میں سخت ہے

نوٹ (۱) : قاعدہ یہ ہے کہ ''کَمۡ'' کے بعد والا اسم اگر منصوب ہو تو ایسا ''کَمۡ'' استفہامیہ ہوتا ہے اور اگر اسم مجرور ہو تو وہ ''کَمۡ'' خبریہ ہوتا ہے۔ اب اس کا ایک استثناء سمجھ لیں۔ ''کَمۡ'' استفہامیہ اور اس کے اسم کے درمیان میں اگر کوئی دوسرا لفظ آ جائے' جیسا کہ اس آیت میں ''اٰتَيۡنٰهُمۡ'' آیا ہے' تو اس کے اسم کو ''مِنۡ'' لگا کر مجرور کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ ''کَمۡ'' استفہامیہ ہی رہتا ہے' خبریہ نہیں ہوتا۔

نوٹ (۲): یہاں ''نِعۡمَةَ اللّٰهِ'' سے مراد ''اللہ کا دین'' ہے۔ اور اللہ کے دین کا حامل ہونے میں منصبِ امامت ازخود شامل ہے۔ بنی اسرائیل نے اللہ کے دین میں تبدیلیاں کر کر کے اس کو اتنا مسخ کر دیا کہ اس میں صحیح اور غلط کا فرق کرنا ممکن نہ رہا اور دنیا کے لیے اس سے راہنمائی حاصل کرنے کا امکان ختم ہو گیا۔ اس لیے ان کو منصبِ امامت سے معزول کیا گیا۔

آیت ۲۱۲

﴿زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَيَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۘ وَالَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ﴿۲۱۲﴾﴾

ز ی ن

زَانَ (ض) زَيۡنًا : کسی چیز کو خوبصورت بنانا' سجانا' آراستہ کرنا۔

زِيۡنَةٌ (اسم ذات) : وہ چیز جس سے کسی چیز کو سجایا جائے' سجاوٹ' آرائش۔ ﴿مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِيۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ (الاعراف:۳۲) ''کس نے حرام کیا اللہ کی اس سجاوٹ کو جو اُس نے نکالی اپنے بندوں کے لیے؟''

زَيَّنَ (تفعیل) تَزۡيِيۡنًا : بتدریج سجانا' خوب سجانا۔ ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴿۴۳﴾﴾ (الانعام) ''اور خوب سجایا ان کے لیے شیطان نے اس کو جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔'' ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيۡ قُلُوۡبِكُمۡ﴾ (الحُجرات:۷) ''اور لیکن اللہ نے محبوب بنایا تمہارے لیے ایمان کو اور اس نے خوب سجایا اس کو تمہارے دلوں میں۔''

تَزَیَّنَ (تفعّل) تزیُّنًا اور اِزَّیُّنًا: بتکلف آراستہ ہونا۔ ﴿اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَازَّیَّنَتْ﴾ (یونس: ۲٤) ''جب پکڑا زمین نے اپنا سنگھار اور وہ آراستہ ہوئی۔''

ترکیب: ''زُیِّنَ'' کا نائب فاعل ''اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا'' ہے۔ ''اَلْحَیٰوۃُ'' مؤنث غیر حقیقی ہے' اس لیے اس کے فعل کے لیے مذکر کا صیغہ بھی جائز ہے۔ ''لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' متعلق فعل ہے۔ ''وَیَسْخَرُوْنَ'' کا ''واوَ'' عاطفہ ہے۔ ''یَسْخَرُوْنَ'' کی ''ھُمْ'' کی ضمیر فاعلی ''لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' کے لیے ہے۔ ''وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا'' کا ''واوَ'' استینافیہ ہے اس لیے اس سے پہلے وقف لازم ہے۔ ''وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا'' مبتدأ ہے' اس کی خبر محذوف ہے اور ظرف ''فَوْقَھُمْ'' قائم مقام خبر ہے۔ اس میں ''ھُمْ'' کی ضمیر ''لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' کے لیے ہے۔ ''یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ'' دوسرا ظرف ہے اور متعلق خبر ہے۔ ''یَرْزُقُ'' اور ''یَشَآءُ'' دونوں کا مفعول ''مَنْ'' ہے۔ ''یَشَاءُ'' کی ''ھُوَ'' کی ضمیرِ فاعلی اللہ کے لیے ہے۔

ترجمہ:

زُیِّنَ: سجایا گیا	لِلَّذِیْنَ: ان کے لیے جنہوں نے
کَفَرُوْا: ناشکری کی	اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا: دُنیوی زندگی کو
وَیَسْخَرُوْنَ: اور وہ لوگ مذاق کرتے ہیں	مِنَ الَّذِیْنَ: ان سے جو
اٰمَنُوْا: ایمان لائے	وَالَّذِیْنَ: اور وہ لوگ جنہوں نے
اتَّقَوْا: تقویٰ کیا	فَوْقَھُمْ: ان سے بالاتر ہوں گے
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ: قیامت کے دن	وَاللّٰہُ: اور اللہ
یَرْزُقُ: عطا کرتا ہے	مَنْ: اس کو جس کو
یَّشَآءُ: وہ چاہتا ہے	بِغَیْرِ حِسَابٍ: کسی شمار کے بغیر

نوٹ (۱): قرآن مجید میں ایک سو سے زیادہ مقامات پر لفظ ''یَشَاءُ'' آیا ہے اور پچاس سے زیادہ مقامات پر اس سے پہلے ''مَنْ'' یا ''لِمَنْ'' آیا ہے۔ ہمارے کچھ عقل پرست لوگ (عقل پسندی قرآنی ہدایات کے مطابق ہے' لیکن عقل پرستی غلط ہے) ایسے مقامات پر ''مَنْ'' کو ''یَشَاءُ'' کا فاعل مان کر ترجمہ کرتے ہیں۔ آیت زیر مطالعہ قرآن مجید کے ان مقامات میں سے ایک ہے جہاں عقل پرستوں کی غلطی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

''مَنْ'' کو اگر ''یَشَاءُ'' کا فاعل مان کر ترجمہ کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ اب اگر ایمان داری سے سوچا جائے تو ہر غیر متعصب ذہن کو تسلیم کرنا

پڑے گا کہ کون ہے جو نہیں چاہتا کہ اس کو بے شمار ملے' اور اس دنیا میں کون ہے جس کو اُس کی خواہش کے مطابق ملا ہے؟ عام آدمی کا تو ذکر ہی چھوڑ دیں' یہ خواہش تو اپنے وقت کے کسی فرعون کی بھی پوری نہیں ہوئی۔

عقل پرستوں کی سوچ میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے چاہنے کو اپنے چاہنے پر قیاس کرتے ہیں' حالانکہ اِن میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کا کوئی نسبت و تناسب نہیں ہے۔ ہمارا چاہنا ہمارے محدود علم' محدود سمجھ' بے لگام خواہشات' خاندان' برادری' ذات پات اور رنگ و نسل کے تعصّبات کے تحت ہوتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ کا چاہنا اس کی لامحدود صفات' مثلاً علم' رأفت' رحمت اور حکمت وغیرہ کے مطابق ہوتا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھ کر تسلیم کر لیتے ہیں' ان کو قرآن مجید کے مذکورہ مقامات کا وہ مفہوم سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اُمت کو سمجھا گئے ہیں۔

آیت ۲۱۳

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۲۱۳﴾

ترکیب: ''كَانَ'' کا اسم ''النَّاسُ'' ہے اور مرکب توصیفی ''اُمَّةً وَّاحِدَةً'' اس کی خبر ہے۔ ''فَبَعَثَ'' کا فاعل ''اللّٰهُ'' ہے۔ ''النَّبِيّٖنَ'' اس کا مفعول ہے' جبکہ ''مُبَشِّرِيْنَ'' اور ''مُنْذِرِيْنَ'' حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ ''اَنْزَلَ'' میں ''هُوَ'' کی ضمیر فاعلی ''اللّٰهُ'' کے لیے ہے۔ ''مَعَهُمْ'' کی ضمیر ''النَّبِيّٖنَ'' کے لیے ہے' جبکہ ''اَنْزَلَ'' کا مفعول ''الْكِتٰبَ'' ہے۔ ''لِيَحْكُمَ'' میں ''هُوَ'' کی ضمیر فاعلی ''الْكِتٰبَ'' کے لیے ہے۔ ''فِيْهِ'' کی ضمیر ''فِيْمَا'' کی ضمیر عائد ہے۔ ''مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ'' کی ضمیر ''الْكِتٰبَ'' کے لیے ہے۔ ''اُوْتُوْا'' کا نائب فاعل ''الَّذِيْنَ'' ہے اور ''هُ'' کی ضمیر اس کا مفعول ثانی ہے جو کہ ''الْكِتٰبَ'' کے لیے ہے۔ ''بَغْيًا'' حال یا مفعول لہ ہے۔

''هَدٰى ۔ يَهْدِىْ'' کے دو مفعول آتے ہیں۔ مفعولِ اوّل یعنی جس کو ہدایت دی جائے' یہ بنفسہٖ آتا ہے اور مفعولِ ثانی یعنی جس چیز کی ہدایت دی جائے' یہ ''اِلٰى'' یا ''لِ'' کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ یہاں ''فَهَدَى'' کا فاعل ''اللّٰهُ'' ہے' جبکہ ''الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' اس کا مفعولِ اوّل ہے اور ''لِمَا'' مفعولِ ثانی ہے۔ اسی طرح ''وَاللّٰهُ يَهْدِىْ'' کا مفعولِ اوّل ''مَنْ يَّشَاءُ'' ہے اور ''اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ'' مفعولِ ثانی ہے۔

ترجمہ:

كَانَ النَّاسُ : لوگ تھے	اُمَّةً وَّاحِدَةً : ایک اُمت
فَبَعَثَ : تو بھیجا	اللّٰهُ : اللہ نے
النَّبِيّٖنَ : انبیاء کو	مُبَشِّرِيْنَ : بشارت دینے والے ہوتے ہوئے
وَمُنْذِرِيْنَ: اور خبردار کرنے والے ہوتے ہوئے	وَاَنْزَلَ : اور اس نے اتاری
مَعَهُمُ : ان کے ساتھ	الْكِتٰبَ : کتاب
بِالْحَقِّ : حق کے ساتھ	لِيَحْكُمَ : تاکہ وہ فیصلہ کرے
بَيْنَ النَّاسِ : لوگوں کے مابین	فِيْمَا : اس میں
اخْتَلَفُوْا : انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ : جس میں
وَمَا اخْتَلَفَ : اور اختلاف نہیں کیا	فِيْهِ : اس میں
اِلَّا الَّذِيْنَ : مگر ان لوگوں نے جن کو	اُوْتُوْهُ : وہ دی گئی
مِنْۢ بَعْدِ مَا : اس کے بعد کہ جو	جَآءَتْهُمُ : آئیں ان کے پاس
الْبَيِّنٰتُ : کھلی نشانیاں	بَغْيًا : سرکشی کرتے ہوئے
بَيْنَهُمْ : آپس میں	فَهَدَى : پھر ہدایت دی
اللّٰهُ : اللہ نے	الَّذِيْنَ : ان لوگوں کو جو
اٰمَنُوْا : ایمان لائے	لِمَا : اس کی
اخْتَلَفُوْا : انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ : جس میں
مِنَ الْحَقِّ : حق میں سے	بِاِذْنِهٖ : اپنے اِذن سے
وَاللّٰهُ : اور اللہ	يَهْدِىْ : ہدایت دیتا ہے

مَنْ :اس کو جس کو یَّشَآءُ :وہ چاہتا ہے

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ :ایک سیدھے راستے کی طرف

نوٹ (۱) :اس آیت کے شروع میں آیا ہے کہ پہلے سب لوگ ایک دین پر کاربند تھے۔اس کے بعد یہ بات محذوف ہے کہ پھر ان میں اختلاف پیدا ہوئے' تب اللہ نے انبیاء کو بھیجا۔اس بات کی تصدیق آیت کے اگلے حصے ''لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ'' سے ہوتی ہے۔

نوٹ (۲) :اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اختلافِ رائے فِی نفسہٖ کوئی بُری چیز نہیں ہے' البتہ اس میں اگر نیت بَغْیًا بَیْنَھُمْ کی ہو تو یہ مذموم اختلاف ہے۔لیکن حق کی تلاش میں اہلِ ایمان میں اگر اختلافِ رائے ہو جائے تو یہ فطری اختلاف ہے' اور ایسے اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔

آیت ۲۱۴

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ ؕ مَسَّتْھُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾﴾

ز ل ز ل

زَلْزَلَ (رُباعی) زِلْزَالاً :کسی چیز کو بہت زیادہ ہلانا' ہلا مارنا۔ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾﴾ (الزلزال) ''جب ہلایا جائے گا زمین کو جیسا اس کو ہلانے کا حق ہے۔''

زَلْزَلَةٌ (اسم ذات) :سخت جنبش' زلزلہ۔ ﴿اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ﴿۱﴾﴾ (الحج) ''یقیناً قیامت کا زلزلہ ایک عظیم چیز ہے۔''

ترکیب : ''اَمْ'' استفہامیہ ہے۔''حَسِبْتُمْ'' کا فاعل اس کی ضمیر فاعلی ''اَنْتُمْ'' ہے' اس کا مفعولِ اوّل محذوف ہے جو کہ ''سَھْلًا'' ہو سکتا ہے' جبکہ ''اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ'' مفعولِ ثانی ہے۔''وَلَمَّا'' کا ''واوَ'' حالیہ ہے۔''لَمَّا'' نے ''یَاْتِیْ'' کو مجزوم کیا تو ''یا'' گر گئی اس لیے ''یَاْتِ'' آیا ہے۔''کُمْ'' اس کا مفعول ہے اور ''مَثَلُ الَّذِیْنَ'' اس کا فاعل ہے۔''مَسَّتْ'' کا مفعول ''ھُمْ'' ہے جو ''الَّذِیْنَ'' کے لیے ہے' جبکہ ''الْبَاْسَآءُ'' اور ''الضَّرَّآءُ'' اس کے فاعل ہیں۔''زُلْزِلُوْا'' کا نائب فاعل اس کی ''ھُمْ'' کی ضمیر ہے جو

''اَلَّذِیْنَ'' کے لیے ہے۔ ''مَعَهٗ'' کی ضمیر ''اَلرَّسُوْلُ'' کے لیے ہے۔ ''مَتٰی'' مبتدأ ہے اور ''نَصْرُ اللّٰهِ'' اس کی خبر ہے۔

ترجمہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ : کیا تم لوگوں نے گمان کیا	اَنْ تَدْخُلُوا : کہ تم لوگ داخل ہو جاؤ گے
الْجَنَّةَ : جنت میں	وَ : حالانکہ
لَمَّا يَاْتِكُمْ : ابھی تک نہیں پہنچے تم کو	مَثَلُ الَّذِيْنَ : اُن کی مانند جو
خَلَوْا : گزرے	مِنْ قَبْلِكُمْ : تم سے پہلے
مَسَّتْهُمُ : پہنچیں ان کو	الْبَاْسَآءُ : سختیاں
وَالضَّرَّآءُ : اور تکالیف	وَزُلْزِلُوْا : اور وہ لوگ ہلا مارے گئے
حَتّٰى : یہاں تک کہ	يَقُوْلَ : کہنے لگے
الرَّسُوْلُ : (وقت کے) رسول	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : اور وہ لوگ جو ایمان لائے
مَعَهٗ : اُن کے ساتھ	مَتٰى : کب
نَصْرُ اللّٰهِ : اللہ کی مدد ہے	اَلَآ : سن لو
اِنَّ : یقیناً	نَصْرَ اللّٰهِ : اللہ کی مدد
قَرِيْبٌ : قریب ہے	

نوٹ (۱) : آزمائش کی ضرورت اور حکمت پر سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۵ کے نوٹ ۲ میں بات ہو چکی ہے۔

آیت ۲۱۵

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾﴾

ترکیب: ''يَسْـَٔلُوْنَ'' کا فاعل اس کی ضمیر ''هُمْ'' ہے جو صحابۂ کرامؓ کے لیے ہے۔ ''كَ'' اس کی ضمیر مفعولی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ ''مَاذَا'' اسمِ استفہام ہے اور کیا کچھ اور کتنا کے معنی میں آتا ہے۔ ''مَا اَنْفَقْتُمْ'' کا ''ما'' شرطیہ ہے۔ ''اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ''

شرط ہے اور ''فَلِلْوَالِدَیْنِ'' سے ''وَابْنِ السَّبِیْلِ'' تک جوابِ شرط ہے۔ ''مِنْ خَیْرٍ'' کا ''مِنْ'' بیانیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی اور ''اَنْفَقْتُمْ'' کا مفعول ہونے کی وجہ سے ''خَیْرٍ'' کا ترجمہ مال ہو گا۔ ''فَلِلْوَالِدَیْنِ'' سے پہلے اس کا مبتدأ ''ھُوَ'' اور خبر دونوں محذوف ہیں۔ اس کے حرفِ جر ''لِ'' پر عطف ہونے کی وجہ سے ''وَالْاَقْرَبِیْنَ'' سے ''وَابْنِ السَّبِیْلِ'' تک الفاظ مجرور ہیں' اور یہ سب محذوف متعلق خبر ہیں۔ ''ابْنِ السَّبِیْلِ'' واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے اور یہاں جمع کے معنی میں ہے۔

''مَا تَفْعَلُوْا'' کا ''مَا'' بھی شرطیہ ہے اس لیے ''تَفْعَلُوْنَ'' کا نونِ اعرابی گرا ہوا ہے۔ ''تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ'' شرط ہے اور ''فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ'' جوابِ شرط ہے۔ ''مِنْ خَیْرٍ'' کا ''مِنْ'' تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی اور ''تَفْعَلُوْا'' کا مفعول ہونے کی وجہ سے ''خَیْرٍ'' کا ترجمہ بھلائی ہو گا۔

''عَلِمَ' یَعْلَمُ'' کا مفعول بنفسہٖ آتا ہے۔ یعنی ''عَلِمَ بِہٖ'' نہیں کہتے بلکہ ''عَلِمَہٗ'' کہتے ہیں۔ لیکن افعل تفضیل ''اَعْلَمُ'' اور ''عَلِیْمٌ'' کے ساتھ ''بِ'' کا صلہ آتا ہے' جیسے اس آیت میں ''بِہٖ عَلِیْمٌ'' آیا ہے۔

ترجمہ:

یَسْئَلُوْنَکَ : وہ لوگ پوچھتے ہیں آپؐ سے کہ

مَاذَا : کتنا

یُنْفِقُوْنَ : وہ لوگ خرچ کریں

قُلْ : (آپؐ) کہہ دیجیے کہ

مَآ : جو

اَنْفَقْتُمْ : تم لوگ خرچ کرو گے

مِّنْ خَیْرٍ : جتنا بھی مال

فَلِلْوَالِدَیْنِ : تو وہ ہے والدین کے لیے

وَالْاَقْرَبِیْنَ : اور قرابت داروں کے لیے

وَالْیَتٰمٰی : اور یتیموں کے لیے

وَالْمَسٰکِیْنِ : اور مسکینوں کے لیے

وَابْنِ السَّبِیْلِ : اور مسافروں کے لیے

وَمَا : اور جو

تَفْعَلُوْا : تم لوگ کرو گے

مِنْ خَیْرٍ : کسی قسم کی کوئی بھلائی

فَاِنَّ اللّٰہَ : تو یقیناً اللہ

بِہٖ : اس کو

عَلِیْمٌ : ہر حال میں جاننے والا ہے

نوٹ (۱) : آگے آیت ۲۱۹ میں یہی سوال پھر آ رہا ہے۔ البتہ وہاں پر جواب مختلف ہے۔ وہیں پر دونوں کی کچھ وضاحت کی جائے گی۔

آیت ۲۱۶

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾﴾

ک ر ہ

كَرُهَ (ک) كَرَاهَةً : بدنما ہونا' بُرا ہونا۔

كَرِهَ (س) كَرْهًا اور كُرْهًا : کسی چیز کو برا سمجھنا' ناپسند کرنا۔ ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾ (یونس) ''اور حق کرتا ہے اللہ حق کو اپنے فرمانوں سے اور اگر (یعنی خواہ) ناپسند کریں مجرم لوگ۔''

كُرْهٌ : مصدر کے علاوہ صفت بھی ہے: ناپسندیدہ' آیت زیر مطالعہ۔

كَارِهٌ (فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل) : ناپسند کرنے والا۔ ﴿وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾﴾ (المؤمنون) ''اور ان کے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔''

مَكْرُوْهٌ (مَفْعُوْلٌ کے وزن پر صفت) : ناپسند کیا ہوا' یعنی ناپسندیدہ۔ ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾﴾ (بنی اسراء یل) ''یہ سب' اس کی برائی' تیرے ربّ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔''

اَكْرَهَ (افعال) اِكْرَاهًا : ناپسندیدہ کام پر مجبور کرنا' زبردستی کرنا۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾﴾ (یونس) ''تو کیا آپؐ مجبور کریں گے لوگوں کو یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مؤمن؟''

كَرَّهَ (تفعیل) تَكْرِيْهًا : کسی کے لیے کسی چیز کو ناپسندیدہ بنا دینا۔ ﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ﴾ (الحُجُرات:۷) ''اور اس نے ناگوار کر دیا تمہارے لیے کفر کو اور فسق کو اور نافرمانی کو۔''

ش ر ر

شَرَّ (ن۔ض) شَرًّا : فسادی ہونا' نقصان دہ ہونا' بُرا ہونا۔

شَرٌّ ج اَشْرَارٌ (اسمِ ذات بھی ہے): فساد' برائی۔ آیت زیرِ مطالعہ۔ ﴿مَالَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴾ (صٓ) ''ہمیں کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو جنہیں ہم شمار کیا کرتے تھے بروں میں سے۔''

شَرَرٌ (اسم جنس) واحد شَرَرَةٌ اور شَرَارَةٌ : آگ کی اڑنے والی چنگاریاں۔ ﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴾ (المُرسلت) ''بیشک وہ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل۔''

ترکیب : ''كُتِبَ'' کا نائب فاعل ''اَلْقِتَالُ'' ہے۔ ''هُوَ'' مبتدأ ہے اور یہ ''اَلْقِتَالُ'' کے لیے ہے' جبکہ ''كُرْهٌ'' اس کی خبر ہے۔ ''عَسٰی'' فعل مقاربہ ہے' اس کا اسم محذوف ہے اور جملہ فعلیہ ''اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا'' اس کی خبر ہے۔ ''تَكْرَهُوْا'' کا مفعول ''شَيْئًا'' ہے۔ ''وَهُوَ خَيْرٌ'' کا ''واؤ'' حالیہ ہے اور ''هُوَ'' کی ضمیر ''شَيْئًا'' کے لیے ہے۔

ترجمہ:

كُتِبَ : فرض کیا گیا	عَلَيْكُمُ : تم لوگوں پر
اَلْقِتَالُ : جنگ کرنا	وَهُوَ : اور وہ
كُرْهٌ : ناگوار ہے	لَّكُمْ : تمہارے لیے
وَعَسٰی : اور ہوسکتا ہے	اَنْ : کہ
تَكْرَهُوْا : تم لوگ ناپسند کرو	شَيْئًا : کسی چیز کو
وَّ : اس حال میں کہ	هُوَ : وہ
خَيْرٌ : بھلائی ہے	لَّكُمْ : تمہارے لیے
وَعَسٰی : اور ہوسکتا ہے	اَنْ : کہ
تُحِبُّوْا : تم لوگ محبت کرو	شَيْئًا : کسی چیز سے
وَّ : اس حال میں کہ	هُوَ : وہ
شَرٌّ : برائی ہے	لَّكُمْ : تمہارے لیے
وَاللّٰهُ : اور اللہ	يَعْلَمُ : جانتا ہے
وَاَنْتُمْ : اور تم لوگ	لَا تَعْلَمُوْنَ : نہیں جانتے۔

نوٹ (۱) : عربی کے افعالِ مقاربہ میں سے دو افعال قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔ پہلا فعل مقاربہ ''كَادَ' يَكَادُ'' سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۰ کے نوٹ ۱ میں زیر بحث آ چکا ہے۔ دوسرا فعل مقاربہ ''عَسٰی'' (اُمید ہے' ہوسکتا ہے) اس آیت زیرِ مطالعہ میں آیا ہے۔

اب آپ ان کے قواعد سمجھ لیں' کیونکہ یہ ''آسان عربی گرامر'' میں نہیں پڑھائے گئے۔

۱) افعالِ ناقصہ کی طرح افعالِ مقاربہ بھی کسی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں' جن کا مبتدا اُن کا اسم کہلاتا ہے اور حالتِ رفع میں رہتا ہے' جبکہ ان کی خبر حالتِ نصب میں ہوتی ہے۔

۲) افعالِ ناقصہ اور افعالِ مقاربہ میں فرق یہ ہے کہ افعالِ مقاربہ کی خبر کی جگہ ہمیشہ کوئی فعل مضارع آتا ہے جو اپنی ضمیر فاعلی کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ بن کر فعل مقاربہ کی خبر بنتا ہے اور محلاً حالتِ نصب میں سمجھا جاتا ہے۔ جیسے ﴿عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ (الاعراف: ۱۲۹)۔ اس میں ''عَسٰی'' کا اسم ''رَبُّكُمْ'' ہے اس لیے اس کے مضاف پر رفع آئی ہے۔ ''اَنْ يُّهْلِكَ'' فعل مضارع اور ''عَدُوَّكُمْ'' اس کا مفعول ہے' یہ جملہ فعلیہ ''عسٰی'' کی خبر ہے اور محلاً حالتِ نصب میں ہے۔

۳) افعالِ مقاربہ کے بعد جو فعل مضارع آتا ہے اس پر ''اَنْ'' لگانا جائز ہے' البتہ ضروری نہیں ہے۔ لیکن ''عَسٰی'' کے بعد اس کو لگانا بہتر ہے' جبکہ ''کَادَ'' کے بعد نہ لگانا بہتر ہے۔

۴) ''عَسٰی'' کے اسم کو محذوف بھی کیا جا سکتا ہے' جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں ہے' اور اس کے اسم کو فعل مضارع کے بعد بھی لا سکتے ہیں' جیسے ﴿عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝﴾ (بنی اسرائیل)۔ اس میں ''اَنْ يَّبْعَثَ'' فعل مضارع اور ''كَ'' اس کی ضمیر مفعولی ہے' جبکہ ''عَسٰی'' کا اسم ''رَبُّكَ'' ہے جو فعل کے بعد آیا ہے۔ لیکن یہ صورتیں ''کَادَ'' کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔

۵) ''کَادَ'' (ماضی) اور ''یَکَادُ'' (مضارع) دونوں کے صیغے استعمال ہوتے ہیں' لیکن ''عَسٰی'' کے صرف ماضی کے صیغے مستعمل ہیں۔

۶) ''شَرَعَ' طَفِقَ' جَعَلَ' قَامَ اور ''اَخَذَ'' افعالِ مقاربہ نہیں ہیں' لیکن کبھی کبھی یہ افعالِ مقاربہ کی طرح استعمال ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے فعل مضارع کے ساتھ ''اَنْ'' نہیں آتا اور ایسی صورت میں ان سب کے معنی ہوتے ہیں ''مذکورہ کام شروع کرنا یا کرنے لگنا''۔ جیسے ''اَخَذَ الطِّفْلُ يَمْشِیْ''۔ یہاں اگر ''اَخَذَ'' کو فعل اصلی مانیں تو اس جملے کا مطلب ہوگا ''بچے نے پکڑا وہ چلتا ہے''۔ یہ بات مبہم ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہاں ''اَخَذَ'' فعل مقاربہ کی طرح آیا ہے اور اس جملے کا مطلب ہے ''بچے نے چلنا شروع کیا یا چلنے لگا''۔

نوٹ (۲) : ہم میں سے ہر شخص کو blessing in disguise (برائی کے بھیس میں بھلائی) کا تجربہ ہے' لیکن یہ تجربہ کبھی کبھار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کبھی کسی برائی میں پوشیدہ بھلائی ذرا جلدی سامنے آ جاتی ہے تو ہمارا ذہن ان کے مابین ربط کو پہچاننے میں کامیاب ہو جاتا ہے' اور ہم کہتے ہیں کہ یہ وہ بھلائی ہے جو فلاں برائی کے بھیس میں میرے پاس آئی تھی۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پوشیدہ بھلائی کا ظہور اتنے وقفہ کے بعد ہوتا ہے کہ ہم اس کے ربط کو پہچان نہیں پاتے۔ جو لوگ اس پہلو سے اپنے حالات پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں وہ اس نوعیت کے روابط کو دوسروں سے زیادہ پہچان لیتے ہیں اور اس حقیقت پر ان کا ایمان اتنا پختہ ہوتا ہے جتنا کہ ہونا چاہیے۔

اس آیت کی راہنمائی میں صحیح طرزِ فکر یہ ہے کہ جب ہماری کسی کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ ہماری توقع کے مطابق نہ نکلے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ مِن جانب اللہ ہے' کیونکہ اُس کی اجازت کے بغیر کوئی پتہ بھی جنبش نہیں کر سکتا۔ پھر ہمیں خود کو یاد دلانا چاہیے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور وہ ہم سے بڑھ کر ہمارا خیر خواہ ہے' اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ اِس پر قادر ہے کہ وہ رات میں سے دن کو نکال لائے' اس لیے یقیناً اس میں ہمارے لیے کوئی خیر ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے' لیکن وہ اس وقت یقیناً ظاہر ہو گی جب اس کا ظاہر ہونا ہمارے حق میں مفید ہو گا۔

سوچ کا یہ انداز ایسے حقائق پر مبنی ہے جو پوری طرح ہمارے ذہن کی گرفت میں نہیں آتے' لیکن ایک انسان سچے یقین کے ساتھ اگر سوچ کا یہ انداز اختیار کر لے تو اس کی نفسیاتی صحت کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک ٹانک ہے جو اُسے بے شمار نفسیاتی بیماریوں (psychological disorders) سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ اس کی نقد بھلائی ہے۔ اور پوشیدہ بھلائی کا ظہور تو اپنے وقت پر ہو گا ہی' خواہ ہم اس کے ربط کو پہچانیں یا نہ پہچانیں۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس و خطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن' کتب احادیث کے تراجم' میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے' اردو و انگریزی کتب' کیسٹس' سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے!